ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.1 (2025)
(January to March)

جدید سرائیکی ناولوں میں عورت کا کردار

Role of Women in Modern Saraiki Novels

نائلہ ناز لعلوانی

ایم فل سکالر ،پاکستانی زبانیں وادب، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر حاکم علی برڑو

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Naila Naz Lahlwani
M.Phil Scholar, Department of Pakistani languages, Allama Iqbal Open University, Islamabad
Dr. Haikm Ali Buriro
Assistant Professor, Department of Pakistani languages, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Abstract:
This research paper examines the portrayal of women in modern Siraiki novels, focusing on their social, psychological, and cultural representation. Modern Siraiki fiction reflects a significant shift from traditional portrayals of women as passive, silent, and marginalized figures toward more complex, conscious, and resistant characters. The study highlights how contemporary Siraiki novelists present women not only as victims of patriarchy, feudal oppression, and social injustice but also as agents of change who challenge oppressive norms and assert their identity. The abstract explores major themes such as gender discrimination, domestic oppression, forced marriages, economic dependency, and the struggle for self-respect. It also analyzes how education, awareness, and social change influence the evolving image of women in these novels. Modern Siraiki novelists use female characters to critique rigid social structures and to expose the deep-rooted inequalities prevailing in Siraiki society.

Keywords: modern Siraiki novels, cultural representation, Siraiki novelists, economic dependency, awareness

اللہ تعالی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر آدم کی تنہائی دور کرنے اور نسل انسانی کو آگے بڑھانے کے لیے عورت کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا۔ اللہ تعالی نے تخلیقی فریضہ عورت کو سونپا۔ اب انسانی نسل کی بقا اب عورت کے وجود سے ہی ہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری کے ساتھ عورت کو شروع سے ہی نظر انداز کیا گیا کبھی اسے شیطان کے انسان کو جنت سے نکالنے کے منصوبہ کی تکمیل میں اہم کردار سے تشبیہ دی گئی تو کبھی تمام معاشرتی برائیوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا۔ دورِ جاہلیت میں تو عورت کو بطورِ بیٹی باعث شرمندگی قرار دے کر زندہ درگور کرنا مردانگی کی علامت سمجھا جاتا تھا اور عورت کو مثلِ جنس منڈیوں میں خرید و فروخت کے لیے لایا جاتا تھا۔ الغرض

پوری دنیا میں عورت کا کوئی مقام حاصل نہ تھا۔ گُو اسلام نے عورت کو حقوق دیے لیکن یہ حقوق کبھی بھی پوری طرح عورتوں کو حاصل نہیں رہے۔ الغرض عورت مصائب کی چکی میں پستی رہی۔ عورتوں کا درجہ تو غلاموں سے بھی بدتر قرار دیا گیا اور عورت کو بس جنسی تسکین کا ذریعہ اور حصولِ اولاد کا ایک ذریعہ سمجھا گیا۔ صدیوں تک ذلت کی چکی میں پسنے والی عورت کے حقوق کے لیے باقاعدہ تحریک کا آغاز انسیویں صدی میں نیویارک امریکہ سے ہوا۔ اِس تحریک کی بنیاد (الزبتھ کیڈی اسٹینٹن اور لوکریشیا موٹ) نے رکھی۔ بعد میں اس تحریک کو آگے بڑھانے میں Sasan B. Anthony نے اہم کردار ادا کیا۔ اِس تحریک نے پوری دنیا میں عورتوں کے حق میں آواز بلند کی جس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ دنیا میں عورتوں کو اپنے حقوق کو پہچاننے اور حاصل کرنے میں اس تحریک نے بڑی مدد کی۔ اگرچہ آج کے دور میں عورتوں کو کچھ حقوق حاصل ہوئے ہیں لیکن ترقی پذیر ممالک میں عورتوں کی حالت بدستور دگرگُوں ہے۔ پاکستان میں بھی عورتوں کے حقوق کے لیے بہت کام ہوا ہے اور مزید ہو رہا ہے لیکن ابھی بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ پاکستان میں وہ علاقے جہاں سرائیکی بولی اور سمجھی جاتی ہے وہاں کی عورتوں کو اپنے حقوق کا جہاں پوری طرح علم نہیں وہاں اس نے اپنے حقوق کے لیے آواز کیا اُٹھانی اور اپنے حقوق حاصل کیا کرنے؟

ادب کسی بھی معاشرے کا ترجمان ہوتا ہے کسی بھی دور کے معاشرے کی تہذیب و تمدن، رسم و رواج کا اندازہ اس دور کے اَدب سے لگایا جا سکتا ہے۔ سرائیکی اَدب کی اگر بات کی جائے تو سرائیکی زبان تو صدیوں پرانی زبان ہے لیکن اس سرائیکی زبان کا اَدب تحریری حالت میں بہت دیر بعد آیا۔ سرائیکی اَدب کو تحریر میں لانے تحریری صورت میں لانے کا آغاز ۱۶ویں صدی سے ہوتا ہے لیکن ابتدا میں سرائیکی ادب لوک گیت، داستانوں، صوفیانہ کلام اور دُوہوں پر مشتمل تھا چونکہ یہاں ہمارا مقصد جدید اور قدیم ناولوں میں عورت کی تصویر کو بیان کرنا اور اس کا جائزہ لینا مقصود ہے تو اس کے لیے ہم سرائیکی ناولوں کی طرف آتے ہیں۔ سرائیکی زبان کا پہلا ناول (نازو) ہے جِسے (ظفر لشاری) نے تحریر کیا۔ یہ ناول ۱۹۷۱ء میں پہلی بار شائع ہُوا۔ سرائیکی فکشن نگاروں میں نمایاں نام مسرت کلانچوی، احسن واگھا، سجاد حیدر پرویز، ظفر لاشاری، حفیظ خان، غلام حسن حیدرانڑی، راہی گبول، محمد اسماعیل احمدانڑی، ڈاکٹر اسلم انصاری، قاسم جلال اور حمید الفت ملغانڑی کے نام نمایاں ہیں۔

قدیم ناولوں اور جدید ناولوں میں عورتوں کے کردار کے تقابل لیے قدیم ناولوں میں (نازو) جو کہ سرائیکی زبان کا پہلا ناول ہے جس کا انتخاب کیا گیا ہے جبکہ جدید ناولوں کے انتخاب میں حفیظ خان کے ایک ناول (اَدھ اُدھورے لوک) کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان دو منتخب ناولوں سے ہم قدیم عورت اور جدید عورت کے کردار کو دیکھیں گے۔ ناول "نازو": ناز سرائیکی زبان کا پہلا ناول ہے جسے ظفر لاشاری نے لکھا۔ یہ ناول ۱۹۷۱ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ یہ ناول برصغیر تقسیمِ ہند کے پس منظر میں لکھا گیا۔ اس ناول میں نازو ہی مرکزی کردار ہے۔ اس ناول میں جو نِسائی کردار ہیں ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

نازو:

نازو جو کہ اس ناول کا مرکزی کردار ہے اس کے والدین تقسیمِ ہند کے ہنگاموں میں فسادات کی نظر ہو جاتے ہیں۔ "گانمن" جو کہ بے اولاد ہے۔ وہ اِسے اپنے گھر لے آتا ہے اور اِس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کی پرورش کرتا ہے۔ ایک حادثہ میں اس کی یادداشت چلی جاتی ہے۔ ایک ڈاکٹر رحمانی نازو کو لاوارث سمجھ کر اپنے گھر لاتا ہے اور بیٹی کی طرح اس کی پرورش کرتا ہے۔ پھر اختر سے اس کی شادی ہونے کے بعد ایک حادثہ میں اس کی یادداشت واپس آ جاتی ہے۔ نازو جو کہ ناول "نازو" کا مرکزی کردار ہے اپنے حق کے لیے آواز نہیں اٹھا سکتی ظلم و ستم برداشت کرتی ہے لیکن سوال نہیں کر سکتی

"اَبا۔ اَبا کیا میں واقعی ہندو دی دھی آں"
نازو رُوندیاں ہویاں گا نمن کینے پچھُیا،
"کیناں اَماں ہندو دی اولاد ہون تیڈے دشمن توں تاں میڈی دھی اِیں"
پر او کوں شک پے گئے جو نازو شائیت ساڈیاں گالہیں سُن گدھن۔
"ڈاڈی ہونی تا آہدے بیٹھے ہن"
نازو ہتھ نال گلاں صاف کریندیاں ہویاں آکھیا۔(۱)

اس طرح وہ اپنی محبت کا اظہار بھی نہیں کرتی اور اپنے جذبات دل میں ہی رکھتی ہے۔ جب اختر "روزینہ" یعنی نازو سے ناراض ہو جاتا ہے تو تب بھی نازو اپنے جذبات دل میں ہی رکھتی ہے اور رُو رُو کے دن رات گزارتی ہے۔

"نازو کمرے وچ آ گئی، نازو ہلکیاں ہلکیاں ڈسکیاں پئی بھریندی ہئی
"باجی تُساں روندے کیوں پے ہوے"
روبینہ حیرانگی نال پوچھیا، پر نازو کوئی جواب نہ ڈِتا۔
ہنجوں پیلوں وانگوں اَکھیاں وچوں کر دیاں پیاں ہن تے چنگی بھلی صورت لحظے وچ
غم دا بوتھا بن گئی ہئی۔
"باجی کیا گال اے میکوں تاں کجھ ڈساو اماں ابے کجھ آکھے یا ہئی تکلیف اِے"
رُوبینہ اُوندا منہ آپ دو کریناں ہوئیں آکھیا، کوئی تکلیف کئنی۔
کہیں کُجھ کہنی آکھیا نازو ہنجوں پوچھیندیاں ہوئیاں جواب ڈِتا۔ رُو رُو تے اوہدیاں
اَکھیں لال تھی گیا ہن"(۲)

اس طرح جب مِس رحمانی اپنی بیٹی کی شادی اختر سے کرنا چاہتی ہے اور نازو کو اپنی بیٹی کی شادی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے اور بات بات پر اُسے باتیں سناتی ہے۔ اِس کی بے عزتی کرتی ہے تب بھی نازو چپ کر کے برداشت کرتی ہے اور کسی سے اس بات کا ذکر نہیں کرتی۔

"بیگم رحمانی دا رویہ نازو نال ڈیہو ڈینہہ وگڑدا ویندا اہا۔ اوندے ایں رویے نازو دے چین
کوں حرام کر ڈتا۔ ہر ویلے دے دھڑکے ہر ویلے دے میہنڑیں اوندے کیتے عذاب بن
گئے ہن۔ جیویں اُوندے کیتے ہک وڈا بار بن گیا ہا جیکوں اوندی نازک جند چاون دے
قابل کیناں ہئی۔ ہر ویلے دی مونجھ منجھاری تے بے قراری نازو دے رنگین شباب
کوں گن وانگوں چٹن شروع کر ڈتا۔ گلہاں دی سرخی تے اکھیں دی چمک ہولے ہولے
لکدی ویندی ہئی تے اوندی دلفریب مسک کوں بیگم رحمانی دیان ساڑ بھڑیاں نظراں
کھا گیئاں ہن"(۳)

مائی جِنداں:

"مائی جنداں" یہ گانمؓ اور قادر بخش کی والدہ جب کہ مریم، فرحت اور نزہت کی ساس ہے۔ جب اس کو پتہ چلا کہ گانمؓ نے ہندو کی بیٹی کو گود لیا ہے تو اس نے اعتراض کیا کہ ہم کافر کی بیٹی کو اپنے گھر میں کیوں رکھیں لیکن بیٹے کے کہنے پر نازو کو اپنے گھر پر رکھنے کے لیے تیار ہو گئی۔

جب مائی جنداں جو گانمؓ کی ماں ہے اس کو پتہ چلا کہ یہ بچی ہندو کی بیٹی ہے تو وہ اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کرتی ہے۔

"گانمن تیکوں ہندوواں دابال پلیندے شرم نہیں آندی،
بے حیا کہیں جادا،
ایں پلیت لو تھڑے کوں گھر وچ آن تے سارے گھر کوں پلیت کر ڈتی۔
دفع کریں ہاں پرے، می ڈے نماز دے کپڑے وی پلیت کر ڈتے نی"(۴)

لیکن جب گانمؓ بتاتا ہے کہ میں نے اس کو اپنی بیٹی بنا کر ہی رکھنا ہے تو اس کی ماں بھی کوئی احتجاج نہیں کرتی اور چپ کر کے اس کو اپنی پوتی سمجھ کر گود میں اٹھا لیتی ہے۔

مریم:

مریم گانمؓ کی بیوی ہے۔ جسے گانمؓ بہت پیار کرتا ہے۔ لیکن اس کی اولاد کوئی نہیں تھی اس نے نازو کو گود میں لے کر بیٹی کی طرح پرورش کی اور پالا لیکن اپنے بچے کی پیدائش کے وقت زچگی میں مردہ بیٹے کو جنم دیتے ہوئے وفات پا گئی تھی۔ نازو ناول میں "مریم" کے کردار کو دیکھیں تو جب گانمؓ ہندو کی بیٹی کو گھر لے کر آیا تو مریم نہیں چاہتی تھی کہ وہ ہندو کی بیٹی کو گھر میں اپنی بیٹی کی طرح پالے۔

"مریم گانمن کینے سوالیہ انداز وچ پچھیا
"ہندو ہن۔ ہندوستان ویندے پئے ہن، پر اجل سر تے اگیو نے" گانمؓ جواب
ڈتا۔
"تاں ایندا مطلب اے جو اے چھوکری ہندواں دی دھی اے۔ میں تاں
ہندواں دے بال کوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔""(۵)

لیکن جب گانمؓ اس ہندو کی بیٹی کو گھر رکھنے پر زور دیتا ہے تو مریم اپنے خاوند کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی خوشی کے لیے ہندو کی بیٹی کو اپنی بیٹی بنا کر اپنے گھر میں رکھنے کے لیے راضی ہو جاتی ہے۔

"نکی مریم دی کھٹ تے ستی پئی ہئی،
مریم اوندے وجود تے ہک نظر سٹی پر اندھارے وچ کچھ نظر نہ آہئس۔
اوندیاں غواریاں کنے پتہ لگدا پیا ہا جو اوندر وچ بٹ تھئی پئی اے۔
مریم اوکوں ہولے ہولے گیل تے پاسے کیتا تے خود اوندے نال سم پئی، گ
انمؓ دی ضد کوں او مانؓ دی ہئی، ہن انکار کرن اجائی ہا"(۶)

فرحت:

یہ "حیدر بخش" کی بیوی ہے جو کہ شہر کی رہنے والی اور امیر گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ مریم جب شہر میں آئی تو وہ فرحت کے ساتھ اس کے گھر میں رہی اور مریم کی وفات کے بعد نازو کی تربیت اور پرورش میں اس کا اہم کردار تھا۔ مری کی سیر کو جاتے ہوئے یہ باقی گھر والوں کے ساتھ ایک حادثے میں وفات پا گئی تھی۔ جب فرحت کو پتہ چلا کہ قادر بخش اپنے بھائی گانمںؓ اور بھابھی مریم کو لے کر شہر آرہا ہے تاکہ وہ بھی اس کے گھر میں رہیں اور گانمںؓ کو اپنے ساتھ کاروبار میں شامل کرے تو فرحت کہتی ہے

"تنخواہ کیا ڈیسو اوکوں۔۔۔۔"

"کیہو جیہاں گالہیں کریندیں فرحت!

بس اومالک ہوسی میڈی ہر شے داجو کجھ چاہسی خرچ کریسی"

"جی کیا فرمائے وے جو کجھ چاہسی خرچ کریسی ایندا کیا مطلب"

فرحت سوالیہ نظراں نال پئے دوڈ ٹھا"(۷)

پھر فرحت کہتی ہے

"اے نویں گال سنائی وے۔

پیسہ تہاڈا خرچ او اپنی مرضی تے کریسی۔

ایندی وجہ "فرحت بوچھن سرتے کریندیاں ہویاں آکھیا۔(۸)

پھر جب فرحت دیکھتی ہے کہ قادر بخش اس کی باتوں سے غصے میں آگیا ہے تو وہ اس کو کہتی ہے میں تو مذاق کر رہی تھی کیونکہ وہ اپنے خاوند کو ناراض نہیں کرنا چاہتی اور اپنی مرضی کے برعکس وہ گانمںؓ اور مریم کو اپنے گھر میں رکھنے پر راضی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے

"ونجو سئیں ونجو۔گن آؤ انہاں کوں۔

میں تا مذاق پئی کریندی ہم "فرحت ٹہکارا مارتے پئے کو چنمبڑ گئی۔

"تُساں سچ مُچ سمجھ گدا ہاں"

فرحت اپنیاں گول گول چٹیاں باہیں

قادر بخش دی گچی دے باہروں ولاتے اوندی دید نال دید میلندیاں ہوئیاں

آکھیا"(۹)

نُزہت:

یہ فرحت کی بہن ہے اور مریم کی وفات کے بعد اس کی شادی گانمںؓ سے ہوئی تھی۔ یہ گانمںؓ کی دوسری بیوی ہے جو شروع میں تو نازو کے ساتھ اچھی رہی لیکن جب اس کے اپنے بچے پیدا ہوئے تو اس کو نازو سے نفرت سی ہو گئی تھی۔ یہ مری جاتے ہوئے اپنے گھر والوں کے ساتھ حادثے میں فوت ہو گئی تھی۔

مسز رحمانی:

یہ ڈاکٹر رحمانی کی بیوی ہے۔ جب نازو کو حادثے میں چوٹ لگی اور وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی تو ڈاکٹر رحمانی نازو کو اپنے گھر لے آئے تو اس نے پہلے شروع میں نازو کی اپنی بیٹی کی طرح دیکھ بھال اور پرورش کی لیکن جب "اختر" کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہی تو

ڈاکٹر رحمانی کے کہنے پر کہ پہلے وہ نازو کی شادی کرے گا۔ اس کے بعد اپنی بیٹی کی شادی کرے گا تو اس کو نازو سے نفرت ہو گئی۔ بیگم رحمانی جب اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی روبینہ کی شادی اختر سے کرنا چاہتی ہے تو ڈاکٹر کہتا ہے کہ پہلے نازو یعنی روزینہ کی شادی ہو گی تو اگے سے کہتی ہے۔

"لاوارث اے تاں ہوے پئی کوئی بڈھڑی تاں نی تھیندی۔
خیر ہے اوندی شادی وی تھی ویسی"
بیگم رحمانی ساڑدیاں سڑدیاں جواب ڈتا
"جے تساں آہدے وی ہیوے تاں شمس دی ماں نال ایندی گال پکی کر
گھنساں"(۱۰)

ڈاکٹر رحمانی کے انکار کے بعد بیگم رحمانی چپ کر جاتی ہے اور اپنے خاوند کے کہنے پر روزینہ کی شادی پہلے کرنے پر رضامند ہو جاتی ہے۔

نجمہ:

یہ اختر کے ساتھ اس کے آفس میں کام کرتی ہے خوبصورت اور نوجوان ہے اور یہ اختر کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے لیکن اختر اس کی چالاکیوں کو سمجھتا ہے اور اس کو بتاتا ہے کہ مجھے سب علم ہے کہ تم رشید کے ساتھ بھی چکر چلاتی رہی ہو تو یہ آگے سے کہتی ہے کہ نہیں وہ تو شادی شدہ اور میری پسند نہیں ہے اور اختر اس کے ساتھ شادی نہیں کرتا۔

اَدھ اَدھورے لوک:

یہ "حفیظ خان" کا سرائیکی ناول ہے حفیظ خان کا شمار سرائیکی کے جدید ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ "ادھ ادھورے لوک" تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھا گیا ناول ہے۔ "ادھ ادھورے لوک" کے اہم نسائی کردار ذیل ہیں۔

تلسی:

تلسی "حکیم رام لال" کی بیٹی ہے۔ اس کی منگنی بچپن میں ہی اس کے ماسڑ کے بیٹے "وشنو" سے طے پا گئی تھی جو کہ ذہنی طور پر بھی اَبنارمل ہے اور عمر میں بھی اس سے کافی چھوٹا ہے. یہ وشنو کو پسند نہیں کرتی لیکن ماں باپ کے ہاتھوں مجبور ہے۔ یہ "فیاض" سے شادی کرنا چاہتی ہے لیکن تقسیم ہند کے بعد بھارت کو جاتے ہوئے راستے میں یہ فوت ہو جاتی ہے۔ جب وشنو "تلسی" کے گھر آتا تھا تو وہ اپنی پسند ناپسند کے جذبات کا اظہار بھی کرتی تھی اور ظاہر کرتی تھی کہ اس کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔

"ڈوجھے پاسے تلسی کیتے اے سانگا ان بھاندا گراں ہا جیکوں نہ او نگل سکدی ہئی نہ
اگل،
چھڑی ابتے کریندی ودی ہئی۔
جئیں ویلے کڈاہیں جو وشنو اوندے گھر آندا
تاں تلسی سارے در ولاتے کوٹھے دی چھت تے چڑھ ویندی
تے پڑ چھتی وچ لک اتھاں لاتھیاں پرانیاں تے

بے کار بیکار چیزاں کوں ولدے سروں نکھیڑن بہہ راہندی "(۱۱)

ناول کے خاموش کردار کی چند مثالیں ذیل ہیں۔

"تلسی" فیاض کے ساتھ صرف پیار ہی نہیں کرتی بلکہ سب کے سامنے اپنے پیار کا اظہار بھی کر دیتی ہے۔

"کئی ڈینہاں دی گم سم تلسی وچ یک دم پتہ نہیں کتھوں ایڈی ہمت آئی
جو ماء دے سامنے کنڈا تاواں کریندے ہوئے
فیاض دے نیڑے آئی تے یکدم اوندے سجے ہتھ دا چنبہ اپنڑیں چمبے وچ پھسا کر ایہیں
سینہ تان تے اوندے سامنے کھڑ گئی "(۱۲)

مہراں:

مہراں ایک خوبصورت اور یتیم لڑکی ہے جس کی شادی وادھو سے ہوئی ہے۔ وادھو کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اور اولاد نہ ہونے کی وجہ وادھو کی مردانہ کمزوری اور بانجھ پن ہے لیکن اس کے باوجود وادھو اس کو بچہ نہ ہونے کا سبب ٹھہراتا ہے اور اسے جسمانی اور نفسیاتی تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مہراں حصول اولاد کے لیے کبھی فیاض سے جسمانی تعلق بنانے کے لیے راضی ہوتی ہے اور کبھی نام نہاد دین کے ٹھیکیداروں کے ہاتھوں اپنی عزت گنوا بیٹھتی ہے تاکہ وادھو کی خامیوں پر پردہ پڑا رہے اور وادھو کی نسل بھی چلتی رہے۔ جب "دھچر" وادھو کی ماں کو کہتا ہے کہ اماں تم وادھو سے کہو کہ وہ بھابھی کو کسی حکیم کو دکھائیں تو مہراں اپنے حق کے لیے آواز اٹھاتی ہے اور کہتی ہے

"کہ وادھو خود کو حکیم کو کیوں نہیں دکھاتا؟
"اوہ خود کیوں نہیں ڈکھیدا حکیم کوں، مہراں پہلی واری بولی تا الا وچ گچکار ہا، ان وسے جھڑ والا۔
چھڑی میں رہ گئی ہاں حکیم کو ڈکھاون کیتے۔
ادا آکھ اپنڑیں یار کوں کہ ڈیوے میکوں طلاق۔ ول او وی پرنیوے تے میں وی پر نیندی اں۔
ڈیدھے ہوئیں جو کیندا بال پہلے جمدے "(۱۳)

اسی طرح وادھو پہلے بھی بیوی کو مارتا تھا لیکن جب اس نے "مہراں" کو مارنے کے ساتھ اس کے ماں باپ کو گالی دی تو اس سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔

"وادھو داذال کوں تھپ مارن کوئی نوی گالہہ نہ ہئی،
روز ڈیہاڑے دی کہانی ہئی
پر اج نہ کجھ انوکھری چوٹ لگی ہئی مہراں کوں
جینے اوندے بت دے ریشمے ریشے وچ کہیں چھتے جن کوں واڑ چھوڑیا،

پہلے چھڑی کھڑ نکی تھئی پر ہن تھپ کھاتے
وادھو کوں گیجی کنوں پکڑیاتے
ڈڈھ وچ گوڈے دے ہکوز پیڑے نال
کچے دلان وچ کنڈ دے بھرنے سٹ کراہیں
سینے تے چڑھ بیٹھی،
وادھو دی گردن ہن اوندے ڈوہیں ہتھاں وچ پئی
تے گھوگھے دے وٹ نال اوندیاں اکھیں باہر ڈونکل آیاں۔
لگداہاجو کوئی جن مہراں دے بوتے وچ جران کیتی وداہاجیڑھا اج اوندے منہ تے
آ گئے"(۱۴)

رادھی:

رادھی "حکیم رام لعل" کی بیوی اور "تلسی" کی ماں ہے جو کہ حکیم رام لعل کی عدم توجہ اور عدم دلچسپی کی وجہ سے "سوڈی" سے ناجائز تعلق قائم کر چکی ہے۔ سوڈی جہاں ایک طرف رادھی سے ناجائز تعلق قائم رکھے ہوئے ہے۔ وہاں اس کی جوان ہوتی ہوئی خوبصورت تلسی پہ بھی نظر رکھے ہوئے ہے اور رادھی جہاں ایک طرف خود "سوڈی مل" سے تعلق قائم رکھنا چاہتی ہے وہاں اپنی بیٹی تلسی کو بھی اس سے بچانا چاہتی ہے۔

سلمٰی:

سلمٰی جو کہ ایک امیر خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ کاروباری شخصیت بھی ہے اور سیاست سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ لیکن عدم استحکام کا شکار ہے اور عملی زندگی میں نفسیاتی مسائل سے بھی نبرد آزما ہے۔ جب فیاض سلمٰی کے پیار اور احسانات و احساسات کی قدر نہیں کرتا تو سلمٰی فیاض سے کہتی ہے۔

"اوں ہو نہہ۔۔۔۔۔۔ اتھو اٹھنا بہوں مشکل بلکہ ناممکن۔ میں تیکوں اکھیاناں جو
نہ کہیں کوں دھوکا ڈیندی آں تے نہ ڈیون ڈیندی آں۔ پر تو ول ای میرے نال
چترائی کرتے بھج گیوں۔ بھجڑاں ہاتاں کتھائیں پرے تاں بجھیں ہا۔ احمد پور تیئں
بس تریہہ میل دا بجھڑاں تاں کوئی بجھڑاں نہ تھیا
پاگلاں آلی کار اپ کنوں آپ کھلدی بیگم سلمہ بدرالدین یکدم سک تھی گئی۔
اوندے چہرے دی ملہار ہک لحظے وچ ایویں تھی گئی جیویں فیاض بندہ نی بلکہ بدبو
دی ماری کوئی روڑی ہے۔
تو سمجھدا کیا ہیں اپنے اپ کوں"(۱۵)

قدیم اور جدید سرائیکی ناولوں میں عورتوں کے کردار کا تقابل:

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور دوسری ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان میں عورتوں کو بھی ان مسائل کا ہی سامنا کرنا پڑتا ہے جو کہ ترقی پذیر ممالک کی دوسری عورتوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اگر سرائیکی خطے کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو وہاں کی

عورتوں کو نہایت ابتر صورتحال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ سرائیکی خطے میں عورتوں کو عدم مساوات، زچگی کے مسائل، خوراک کی کمی، جہالت، زبردستی کی شادی، نفسیاتی مسائل، سیاسی مسائل، معاشرتی مسائل اور علاج کا بَروقت نہ ہونا اس میں شامل ہیں۔ عورت ایک معمہ ہے اور عورت ہمیشہ سے ہی ایک موضوع رہی ہے چاہے وہ شاعری کی زبان ہو یا نثر میں۔ اس حوالے سے "احمد پراچہ" اپنی تصنیف "پاکستانی اردو ادب اور اہل قلم خواتین" میں یوں رقمطراز ہیں:

"عورت کو ام القصص کہا گیا ہے، وہ خود قصہ ہے اور قصہ کا موضوع بھی۔"(۱۶)

لیکن آج ماضی کے مقابلے میں سرائیکی خطے میں عورتوں کی حالت کو کچھ بہتر قرار دیا جا سکتا ہے کیوں کہ ماضی کے مقابلے میں وہ اپنے حقوق کو آہستہ آہستہ سمجھنے بھی لگ گئی ہیں اور اپنے حقوق کے لیے اُٹھانا بھی شروع کر دیا ہے۔ اگر ماضی کی عورتوں کو دیکھا جائے تو ان کو اپنے حقوق کے بارے میں کسی چیز کا علم ہی نہیں تھا اور نہ ہی وہ آواز اٹھا سکتی تھیں لیکن اب آج کل کی عورتوں میں تعلیم اور شعور آ رہا ہے اور اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کر رہی ہیں اور یہ چیز ناولوں میں بھی نظر آتی ہے۔ سرائیکی ناولوں میں عورت نے اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا ایک دم سے شروع نہیں کیا بلکہ یہ ایک مسلسل عمل تھا لیکن ۸۰ اور ۹۰ کی دہائی میں سرائیکی ناولوں اور افسانوں میں عورت نے اپنے جذبات کا اظہار کرنا اور اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنا شروع کی اس سلسلے میں نمایاں کردار بتول رحمانی، مسرت کلانچوی اور ڈاکٹر غزالہ احمد انٹی جیسی قلم کار عورتوں کا ہے جس نے عورت کو اپنے حقوق کی پہچان اور اپنے جذبات کا اظہار کرنا سکھایا۔ عورت کا وجود مرد کے وجود کا ایک لازمی حصہ ہے۔ لیکن عورت کے ساتھ برتاؤ میں وقت کے ساتھ تبدیلی آتی رہی ہے۔ قدیم دور میں جہاں عورت اپنے حقوق سے باخبر نہیں تھی وہاں جدید عورت اپنے حق کے لیے آواز اٹھانا سیکھ رہی ہے۔ اسی تناظر میں "احمد پراچہ" اپنی بات کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"قصہ گوئی انسانیت کی ابتداء سے ملتی ہے جب کہ ناول مہذب انسانوں کی ایجاد ہے۔"(۱۷)

اگر ہم قدیم سرائیکی ناولوں میں عورتوں کے کردار کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ چیز نظر آتی ہے کہ سرائیکی عورتیں اپنے حقوق کے لیے آواز نہیں اٹھا سکتی تھیں اور نہ ہی آواز اٹھانا جانتی تھیں۔ ہمیں سرائیکی ناولوں میں بھی عورتوں کے کردار میں نظر آتا ہے کہ ان کے تمام تر فیصلے مردوں کے ہاتھوں ہوتے تھے۔ اس لیے ان کے کردار خاموش قرار دیے جاتے ہیں۔

سرائیکی فکشن میں بولتی ہوئی عورت اور مزاحمتی بیانیہ

(چیدہ چیدہ نکات)

۱. قرآن مجید، سورۃ الحجرات، آیت ۱۳ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا"

۲. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۱۱- نازو کا ہندو ہونے کے بارے میں سوال کرنا

۳. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۱۲- گانمن کا جواب کہ "میرے دشمن کی بیٹی تو نہیں، میری بیٹی ہے"

۴. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۳۸- نازو کا روتے ہوئے دن گزارنا اور جذبات چھپانا

۵. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۸۱- بیگم رحمانی کا نازو کے ساتھ بدلتا رویہ

۶. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۸۳- مائی جنداں کا ہندو بچی کو پلیت قرار دینا

۷. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۱۱۲- مریم کا ہندو بچی کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ

۸. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۱۱۵- مریم کا گانمن کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالنا

۹. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۲۳۳-فرحت کا قادر بخش سے تنخواہ کے بارے میں سوال کرنا
۱۰. ظفر لاشاری، نازو، صفحہ ۲۶۳-بیگم رحمانی کا لاوارث کہہ کر نازو کی توہین کرنا
۱۱. حفیظ خان، ادھ ادھورے لوگ، صفحہ ۱۶-تلسی کا وشنو سے نفرت اور چھت پر چھپ جانا
۱۲. حفیظ خان، ادھ ادھورے لوگ، صفحہ ۳۱-تلسی کا فیاض کے سامنے بے باکی سے اظہار محبت کرنا
۱۳. حفیظ خان، ادھ ادھورے لوگ، صفحہ ۵۹-مہراں کا پہلی بار وادھو کے خلاف آواز اٹھانا
۱۴. حفیظ خان، ادھ ادھورے لوگ، صفحہ ۱۴۸-مہراں کا وادھو پر جوابی حملہ کرنا
۱۵. حفیظ خان، ادھ ادھورے لوگ، صفحہ ۲۴۲-سلمٰی کا فیاض کو احساس دلانا کہ وہ دھوکہ نہیں دیتی
۱۶. حفیظ خان، ادھ ادھورے لوگ، صفحہ ۲۴۳-
. سلمٰی کا فیاض کے رویے پر بدلنا اور غصہ
۱۷. سرائیکی ناولوں میں عورت کی سماجی تشریح
۱۸. سرائیکی ناول میں عورتیں اور عورت کی تاریخی و نفسیاتی صورت حال
۱۹. عورت کی معاشی مجبوریوں کی عکاسی
۲۰. سرائیکی عورت کی داخلی کیفیات کا جدید اظہار
۲۱. پسماندہ علاقوں کی عورت کی کرب ناک داستان
۲۲. سرائیکی ناول میں عورت کا کردار اور سماجی و ثقافتی مطالعہ
۲۳. سرائیکی عورت کے نفسیاتی اظہار کا جدید اسلوب
۲۴. عورت کی ذات کی دریافت اور خود شناسی کی داستان
۲۵. عورت کے جدید سماجی چیلنجز
۲۶. سرائیکی معاشرے میں عورت کے حقوق کی جدوجہد
۲۷. سرائیکی ادب میں نسائی شعور اور عورت کی تحریری ترقی کا جائزہ
۲۸. "فیمنزم اینڈ ساؤتھ ایشین لٹریچر" کے تناظر میں جنوب ایشیائی ادب میں نسائیت
۲۹. عورت اور ترقی پسند ادب کے حوالے سے سرائیکی خطے کے ادبی اظہار کا تجزیہ
۳۰. اردو ناول میں عورت کا کردار

حوالہ جات

۱۔ حفیظ خان، ادھ ادھورے لوک، ملتان، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اینڈ ریسرچ، ملتان، ۲۰۱۸ء، ص:۱۶
۲۔ ایضاً،، ص:۱۴۸
۳۔ ایضاً،، ص:۳۱
۴۔ ایضاً،، ص:۵۹

۵۔ ایضاً،، ص:۲۴۲

۶۔ ایضاً،، ص:۲۴۳

۷۔ ظفر لاشاری، نازو، بہاول پور، سرائیکی ادب مجلس، بہاول پور، ۱۹۸۶ء، ص:۱۱

۸۔ ایضاً،، ص:۱۲

۹۔ ایضاً،، ص:۳۸

۱۰۔ ایضاً، ۸۱:ص

۱۱۔ ایضاً،، ص:۸۳

۱۲۔ ایضاً،، ص:۱۱۲

۱۳۔ ایضاً،، ص:۱۱۵

۱۴۔ ایضاً،، ص:۲۳۳

۱۵۔ ایضاً،، ص:۲۶۳

۱۶۔ احمد پراچہ، پاکستانی اُردو ادب اور اہل قلم خواتین، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء، ص:۲۰۰

۱۷۔ ایضاً، ص:۱۹۴

References in Roman Script:

1. Hafeez Khan, Adh Adhooray Lok, Multan, Institute of Policy and Research, Multan, 2018, p. 16.
2. Ibid, p. 148.
3. Ibid, p. 31.
4. Ibid, p. 59.
5. Ibid, p. 242.
6. Ibid, p. 243.
7. Zafar Lashari, Nazo, Bahawalpur, Siraiki Adab Majlis, Bahawalpur, 1986, p. 11.
8. Ibid, p. 12.
9. Ibid, p. 38.
10. Ibid, p. 81.
11. Ibid, p. 83.
12. Ibid, p. 112.
13. Ibid, p. 115.
14. Ibid, p. 233.
15. Ibid, p. 263.
16. Ahmad Paracha, Pakistani Urdu Adab aur Ahl-e-Qalam Khawateen, Islamabad, National Book Foundation, Islamabad, 2000, p. 200.
17. Ibid, p. 194.